

### شہر کے مسائل

- کراچی کے نظم و ضبط میں شہریوں کا کردار
- بے دخلوں کی مانیٹرنگ رپورٹ
- گاڑیوں سے خارج ہونے والا دھواں

# شہری

جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء

پرائے پبلسیشنز



SHEHRI

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہروں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو اور یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے... مارگریٹ میڈ

## شہری منصوبہ بندی کے عمل کی خرابیاں

نعمان احمد



کراچی کی بنی، بگڑتی صورت

کراچی ملک کی اقتصادی سرگرمیوں

کا مرکز اور روزگار کے حصول کا سب

سے بڑا انحصار ہے، یہ شہر ملک کے مجموعی

وفاقی ٹیکسوں کا ۲۰ فیصد اور مجموعی

قومی پیداوار کا ۱۵ فیصد فراہم کرتا ہے

کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔ بحیرہ عرب کے ساحل پر واقع یہ شہر ترقی پذیر دنیا کے روایتی بندرگاہ والے شہروں کی طرح مخصوص انداز میں تیزی سے پھیلنے اور بڑھنے کی خصوصیت کا حامل ہے۔ اس شہر کو جس کا آغاز ایک چھوٹی سی مقامی بندرگاہ کے طور پر ہوا تھا برطانیہ نے ایک فوجی اڈے کی حیثیت سے ترقی دی۔ ۱۸۳۹ء میں اس کی آبادی صرف ۱۳ ہزار تھی اور شہر کی چار دیواری میں تعمیر شدہ رقبہ صرف ۱۳۵ ایکڑ تھا۔

۱۸۶۱ء میں سیلوے کے ذریعے ملک کے بالائی صوبوں سے منسلک ہو جانے کے بعد صنعتوں اور گوداموں کی تعمیر میں ترقی ہوئی اور ان سرگرمیوں کے نتیجے میں روزگار کے مواقع پیدا ہوئے جو قرب و جوار کے صوبوں کے لوگوں کے لئے کشش کا باعث تھے۔ لوگ نقل مکانی کر کے لیاری ندی کے کناروں کے ساتھ ساتھ آباد ہونے لگے۔ ۱۹۰۰ء تک شہر کی آبادی ایک لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی۔

نئے علاقوں کی شمولیت سے پرانا شہر ایک تجارتی اور کاروباری علاقے میں بدل گیا۔ ۱۹۳۰ء میں میونسپل حدود میں رہائشی مکانات کی تعداد اندازاً "تیس ہزار ہو گئی تھی اور یہ عمل ۱۹۳۷ء تک جاری رہا۔

نو آبادیاتی حکومت سے آزادی ملنے کے بعد ایک طرف اقتصادی سرگرمیاں مزید تیز ہو گئیں دوسری طرف بھارت سے بڑی تعداد میں مہاجرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا اور صرف چار سال کے عرصے میں شہر کی آبادی میں ڈھائی گنا اضافہ ہو گیا۔ ۱۹۵۱ء میں آبادی ایک کروڑ پچاس ہزار ہو گئی۔ جب سے اب تک شہر کی آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا

ہے اور آج اس کی آبادی ایک کروڑ سے زائد اور سالانہ شرح افزائش ۳.۵ فیصد ہے۔ ملک کا سب سے اہم اور بڑا شہر ہونے کی حیثیت اب بھی برقرار ہے کیونکہ کراچی ملک کی اقتصادی سرگرمیوں کا مرکز اور روزگار کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ یہ شہر ملک کے مجموعی وفاقی ٹیکسوں کا ۲۰ فیصد اور ملک کی مجموعی قومی پیداوار کا ۱۵ فیصد فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ملکی بینکوں کے ڈپازٹس کا ۵۰ فیصد اور سرمایہ کاری کے حصص کا ۲۷ فیصد حصہ کراچی فراہم کرتا ہے (حسن۔ ۱۹۹۱ء) ان اعداد و شمار سے ہی پاکستان کی سیاسی اور اقتصادی زندگی میں اس شہر کی اہمیت کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔

### عظیم تر کراچی منصوبہ (مرز ریٹڈل و "ٹن پلان)

۱۹۵۱-۵۲ء میں سویڈن کی ایک مشاورتی فرم مرز ریٹڈل و "ٹن کو کراچی کا ماسٹر پلان تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ تین سال کی زبردست کاوشوں کے بعد اس فرم نے ایک ماسٹر پلان تیار کیا جو "عظیم تر کراچی منصوبہ" کہلاتا ہے۔ اس منصوبے میں شہر کی افزائش کے لئے جہات کا تعین کیا گیا تھا اور شہر کے شمالی حصے میں ایک الگ تنگ علاقہ نئے دارالحکومت کے طور پر ترقی دینے کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ نئے دارالحکومت اور پرانے شہر کے درمیان تیز رفتار رابطے بھی تجویز کئے گئے تھے۔

اس منصوبے کے اہداف کئی وجوہات کی بناء پر پورے نہ کئے جاسکے۔ جن اعداد و شمار پر اس منصوبے کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ ناکافی تھے۔ اس کے علاوہ دارالحکومت کراچی سے



کراچی، پاکستان  
 ٹیلی فون / فیکس: 453-0646-21-92  
 e-mail/address: shreehri @  
 shreehri.a.khi.brain.net.pk

ایڈیٹر: انیس ہارون

انتظامی کمیٹی

چیمبر سن: قاضی عازمین

وائس چیمبر سن: حسن چغتوی

جنرل سیکرٹری: امیر علی عالی

ایچی: خلیب امیر

ارکان: دانش آزر ذوقی، فرحان انور

ذکورہ ذی سزا کوہ سین، صبر الرحمن

شہری اسٹاف

ایڈیشنر: سر منصور

پرائیٹ اسٹنٹ: اسامی خاں

سیکرٹری: سزایہ قادر

شہری ذیلی کمیٹیاں

انارکلی کے خلاف: نوید حسین

تحفظ اور شہ: دانش آزر ذوقی، میرا حسن

میڈیا اور برقی ذوالیہ: صبر الرحمن، حسن

شہری ارکان انور

قانون: قاضی عازمین، امیر علی عالی

ایڈیٹری سزا کوہ سین، ذی سزا کوہ سین

پارکس اور تفریح: خلیب امیر

مالی حصول: تمام ارکان

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے معامول کے

تمام ارکان کے لئے مکمل ہے۔ اس اشاعت میں

شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ

شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر/اداریتی عمل کا فریضہ میں شائع ہونے

والے مضامین سے تعلق ہو گا شہری میں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن: ذی سزا کوہ سین

پروڈکشن: نظر میں کیہ ٹیکسٹ

مالی تعاون: فریڈرک لومان فاؤنڈیشن

IUCN رکن

دی ورلڈ کنزرویشن یونین

اسلام آباد منتقل  
 کر دیا گیا جس کی وجہ سے کراچی کا نیا  
 منصب ازکار رفتہ ہو گیا۔ تاہم شہر اپنی  
 کارڈورز پر پھیلنا چلا گیا جن کی نشاندہی  
 اس منصوبے میں کی گئی تھی۔

## عظیم تر کراچی آباد کاری منصوبہ (ڈاکسی ایڈس پلان)

۱۹۵۶ء میں حکومت پاکستان نے ایجنٹ  
 کے ادارے ڈاکسی ایڈس کو ان مارجین  
 کی دوبارہ آباد کاری کے لئے حکمت عملی  
 وضع کرنے کی ذمہ داری سونپی جو شہر کے  
 مرکز میں آباد ہو گئے تھے۔ دو سال کے بعد  
 ان شہروں نے ایک منصوبہ پیش کیا جو  
 ”عظیم تر کراچی دوبارہ آباد کاری منصوبہ“  
 کہلایا۔ اس منصوبے میں دو علاقوں کو برنگی  
 اور نارنگی کراچی کی نشاندہی کی گئی جنہیں  
 خود کفیل ٹاؤن شپ کے طور پر ترقی دی  
 جانی تھی جہاں مارجین کو منتقل کر دیا جاتا۔  
 منصوبے میں صنعتی اور تجارتی ترقی کے  
 ذریعے روزگار کے مواقع کی فراہمی کا بھی  
 خیال رکھا گیا تھا۔ ابتداء میں حکومت کو یہ  
 ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ بے گھر افراد کے  
 لئے کالونیاں تعمیر کرے جبکہ نجی شعبے کو  
 ترغیبات دی گئیں کہ وہ صنعتوں میں سرمایہ  
 کاری کرے۔ یہ منصوبہ اپنے مقاصد کے  
 حصول میں ناکام رہا جس کی بڑی وجوہات یہ  
 تھیں۔

☆ اس میں استعمال اراضی کے انتظام  
 کے لئے نہ صرف طویل المیاد بلکہ قلیل  
 مدت کے لئے بھی کوئی حکمت عملی تجویز  
 نہیں کی گئی تھی۔

☆ اس منصوبے میں شہرک حکام کے  
 کردار کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔

## کراچی ترقیاتی منصوبہ

(۸۵-۱۹۷۳ء)

یو این ڈی پی اور پیڈ کو کے مالی اور فنڈ  
 تعاون سے کے ڈی اے کے ماسٹر پلان  
 شعبے کے لئے ۱۹۷۰ء میں کراچی کے ترقیاتی

## چند سفارشات

(الف) منصوبہ بندی کے تصور کو بدلا جائے۔ نظریاتی اعتبار سے جامع  
 منصوبے کی جگہ ان مسائل کے حل کے لئے پلاننگ سپورٹ سسٹم کو  
 جگہ دی جائے جن کی مشترکہ طور پر نشاندہی کی جائے۔

(ب) متعلقہ عملدرآمد کرنے والے اداروں کی خواہش اور رائے  
 معلوم کرنے کے بعد ایک مشترکہ ایجنڈہ تیار کیا جائے۔

(ج) منصوبوں پر پرائیکٹس اور پروگراموں کی ترجیحات کے تعین میں  
 دلچسپی رکھنے والے گروپوں کو شامل کیا جائے۔

(د) مسلسل اطمانات و معلومات جمع کرنے کا عمل شروع کیا جائے۔  
 کے ڈی اے اور کے ایم سی کو اپنی معلومات جمع کرنے اور اس کے  
 تجزیے کی صلاحیت کو مستحکم کرنا چاہئے۔ جغرافیائی اور ارضی معلومات  
 کے نظام کو موثر طور پر استعمال کیا جائے۔

(س) موجودہ اداروں کی فنی انتظامی اور مالی استعداد کو مستحکم کرنے کی  
 کوششیں کی جائیں۔ مزید سنے اداروں کے قیام سے الجھن اور  
 بدانتظامی اور بڑھنے گی۔

(ص) منصوبوں اور پروگراموں کو باقاعدہ طور پر رائے عامہ حاصل  
 کرنے کے بعد ہی قطعی شکل دی جائے۔



میں شرکت کرنے والے اداروں کے  
 بنیادی کردار کا تعین نہیں کیا گیا۔

## کراچی ترقیاتی منصوبہ

(۱۹۸۶ء تا ۲۰۰۰ء)

منصوبہ بندی کی دستاویز کے الفاظ کے  
 مطابق کراچی ترقیاتی منصوبہ ۲۰۰۰ء کا  
 مقصد شہر کی ترقی کے لئے ایک ایسا ڈھانچہ  
 فراہم کرنا ہے جو آئندہ عشرے اور اس  
 کے بعد بھی کارآمد ہو۔ یہ منصوبہ کے ڈی  
 اے کے ماسٹر پلان اور ماحولیاتی کنٹرول  
 کے شعبے (ایم پی ای سی ڈی) کے منصوبہ  
 باقی صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں

منصوبے کی تیاری شروع کی۔ یہ پلان  
 ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۵ء تک بارہ سال کے  
 عرصے پر محیط تھا۔ منصوبے کے لئے جامع  
 انداز میں اعداد و شمار جمع کئے گئے۔

منصوبے میں مختلف علاقوں اور شعبوں کے  
 لئے اہداف مقرر کئے گئے۔ آبادی، رہائشی  
 ضروریات، افزائش کے لئے کارڈورز،  
 روزگار کے مواقع کی فراہمی اور دیگر اہم

پیلوں کو اس منصوبے میں سمایا گیا۔  
 اگرچہ اس منصوبے کے بعض حصوں پر  
 عملدرآمد ہوا تاہم مجموعی طور پر یہ منصوبہ  
 بھی اپنے اہداف حاصل کرنے میں ناکام  
 رہا۔ اس کے مختلف مجموعی اور شعبہ  
 داری حصوں پر عمل ہوا، لیکن منصوبے

# بے دخلیوں کی مانیٹرنگ رپورٹ اربن ریسورس سینٹر

کے ایم سی کے ڈی اے، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، کٹونمنٹ بورڈ،  
سول ایوی ایشن اتھارٹی، پولیس، لینڈ مافیا اور بلڈرز بے دخلیوں کے

جرم میں ملوث ہیں

ملین ہاؤسنگ یونٹس ہیں۔

اربن ریسورس سینٹر نے 1992ء سے اب تک کراچی کے مختلف علاقوں سے بے دخلیوں کے دستاویزی شواہد جمع کئے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق اب تک 9'606 مکانات اور دکانیں بلڈوزر چلا کر گرائے گئے (جبکہ اصل تعداد اس سے بہت زیادہ ہے) جبکہ مزید 336 مکانات گرائے جانے کا خطرہ ہے اس کے علاوہ 1986 چھوٹے پڑوں اور دکانوں کو آگ لگا دی گئی۔ مافیا اور پولیس کی پشت پناہی سے آتش فشاں کی ان وارداتوں میں 7 بچے ہلاک اور 196 افراد زخمی ہو گئے۔



تخمینی اعداد و شمار کے مطابق کچی بستیوں پر بلڈوزر چلانے سے غریب شہریوں کا 5ء97 ارب روپے کا نقصان ہو چکا ہے اور اگر معیاری انکسپریس وے اور منظور کالونی نالہ جیسی اسکیموں پر عملدرآمد شروع ہوا تو غریبوں کے مزید 3ء54 ارب روپے ڈوب جائیں گے۔

سروے کے مطابق 5ء51 فیصد ڈھانے جانے والے مکانات فلاحی پلاٹوں پر 11ء97 فیصد سرکاری اور بلدیاتی زمینوں پر 12ء77 فیصد نجی زمینوں پر 68ء37 فیصد خطرناک زون میں (اندیوں اور سمندر کے کنارے) ریلوے لائن کے ساتھ اور پلوں کے نیچے آبادیوں) اور 1ء38 فیصد سیاسی وجہ کی بناء پر ڈھانے گئے۔ بیشتر صورتوں

ممکن نہیں ہوتا وہاں بستیوں میں آگ لگادی جاتی ہے۔  
حال ہی میں حکومت پاکستان نے رہائشی مسائل کے بارے میں اسٹنبل ڈیکلریشن پر بھی دستخط کئے ہیں جس کے تحت اس نے بے گھر افراد کو رہائش کی فراہمی اور موجودہ بستیوں کے تحفظ کا وعدہ کیا ہے۔ غریبوں کے مکانات کا انہدام اس ڈیکلریشن کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

## کراچی میں بے دخلیاں

کراچی میں 539 کچی آبادیاں ہیں جن میں 2ء67 ملین افراد آباد ہیں۔ 15'572 ایکڑ رقبے پر ان کچی آبادیوں میں 0ء42

ہستوں کی شکل میں بھاری رقم ادا کرتے ہیں۔  
تاہم جب یہی زمین مالدار لوگوں کو تجارتی کیپیکس اور رہائشی اپارٹمنٹس کی تعمیر کے لئے درکار ہوتی ہے تو ان کچی پکی بستیوں پر بلڈوزر چلا دیئے جاتے ہیں۔ چند گھنٹوں میں کسی دارنگ کے بغیر ہی وہ کروڑوں روپے جو غریبوں نے اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے ان مکانات کی تعمیر میں لگائے ہوتے ہیں لمبے کا ڈھیر بن جاتے ہیں اور وہ ایک بار پھر بے گھر ہو جاتے ہیں، راشی اور بد عنوان عناصر کا کچھ نہیں بگڑتا اور وہ بدستور اپنا کاروبار جاری رکھتے ہیں۔ جہاں مکانات مسمار کرنا

ماہرین کے تخمینوں کے مطابق 2010ء تک پاکستان میں شہری آبادی 82 ملین ہو جائے گی اور بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے کم از کم 6ء55 ملین مکانات کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں شہری علاقوں میں فی مکان 6ء55 افراد رہائش پذیر ہیں۔ کراچی میں ہر سال بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے 90 ہزار ہاؤسنگ یونٹس کے اضافے کی ضرورت ہے تاہم اس کے برعکس 26 ہزار یونٹس سے زائد مکانات تعمیر نہیں ہو پائے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ کم آمدنی والے لوگوں کے لئے قرضوں اور دیگر ترقیاتی سولتوں کی فراہمی کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ کچی آبادیوں اور جھونپڑیوں میں سرچھپانے کی جگہ ڈھونڈنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ لینڈ مافیا انہیں یہ زمین فراہم کرتی ہے جسے بد عنوان سرکاری، افسروں، پولیس اور غنڈوں کی سرپرستی اور حمایت حاصل ہے۔ لینڈ مافیا زمین پر ناجائز قبضہ کرتی ہے اور اسے غریبوں کے ہاتھ فروخت کر دیتی ہے۔ وہ اس پر گھر تعمیر کرتے ہیں اور بھاگ دوڑ کر کے رشوت اور بلیک مارکیٹ کے سارے بجلی، پانی، سڑکیں اور اسکول جیسی بنیادی سہولتیں بڑی مشکل سے حاصل کر پاتے ہیں اور اپنی حفاظت و بقا کے لئے پولیس اور دوسرے متعلقہ حکام کو

میں مکانات ڈھائے جانے کے بعد خواہ فلاحی پلاٹ ہو یا سرکاری یا نجی زمین یا وہ خطرناک زون میں ہی کیوں نہ ہو یہ اراضی اپارٹمنٹس اور کمرشل سینٹر کی تعمیر کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ صرف چند صورتوں میں پل یا سڑکیں تعمیر کی جاتی ہیں بعض صورتوں میں بے گھر ہونے والے افراد ایک بار پھر انہی زمینوں پر قابض ہو جاتے ہیں اور دوبارہ تنکا تنکا کر کے آشیانہ بنانا شروع کر دیتے ہیں۔

بے دخلوں میں جو ادارے ملوث ہیں ان میں کے ایم سی کے ڈی اے ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، کٹونمنٹ بورڈ، سول ایوی ایشن اتھارٹی، پولیس، لینڈ مافیا اور بلڈرز شامل ہیں۔

رپورٹ شدہ کیسوں میں بے دخل کئے جانے والے خاندانوں کو کسی قسم کا کوئی معاوضہ نہیں دیا گیا۔ دس فیصد متاثرہ خاندانوں کو متبادل پلاٹ دینے کا اعلان کیا گیا (جن میں سے 50 فیصد پلاٹ جھوٹے دعویداروں کو دیئے گئے جن میں پولیس

## چند گھنٹوں میں کسی وارنگ کے بغیر وہ

## کروڑوں روپے جو غریبوں نے اپنے گاڑھے

## پیسے کی کمائی سے ان مکانات کی تعمیر میں

## لگائے ہوتے ہیں ملبے کا ٹھیر بن جاتے ہیں

اور سیاسی کارکن بھی شامل ہیں) یہ پلاٹ ایسے دور دراز علاقوں میں دیئے گئے جو روزگار کی جگہوں سے دور اور ہر قسم کی سہولتوں سے محروم ہیں چنانچہ متاثرین یہ پلاٹ لینڈ مافیا کے ہاتھوں اونے پونے داموں فروخت کر کے دوبارہ اپنے کام کی جگہوں کے قریب کچی آبادیاں بنانے لگتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ بے دخلوں سے قبل متاثرین کو کوئی پیشگی نوٹس نہیں دیا جاتا۔ بعض صورتوں میں بے دخلی آپریشن سے صرف ایک یا دو گھنٹے قبل پولیس اور حکام ہائیڈرو فون پر ہستی خالی کر دینے کا الٹی میٹم دیتے ہیں جبکہ ہستی کے

بیشتر مرد اپنے کام پر گئے ہوئے ہوتے ہیں، انہماک کرنے والی ٹیم کے ساتھ چونکہ دس بیس پولیس موٹا لیں بھی ہوتی ہیں اس لئے خواتین اور بچے کوئی مزاحمت کرنے کے بجائے گھروں سے اپنا سامان نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔ بعض صورتوں میں تو سامان نکالنے کی مہلت بھی نہیں ملتی جبکہ بعض صورتوں میں پولیس سامان لوٹ لیتی ہے۔ رہن آبادی، لیاری ندی، ملی برج، زمرہ کالونی، صدیق بروہی گٹھ وغیرہ میں کینوں نے عدالتوں سے حکم امتناعی بھی حاصل کر لئے تھے لیکن پولیس اور حکام نے انہیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

بے دخلی کے اس ڈرامے کے اصل کردار بلڈرز اور ڈیولپرز ہیں جو سب سے پہلے ان کچی ہستیوں میں یا اس کے قریب کی زمین کو ڈیولپمنٹ کے مول خرید لیتے ہیں، جب زمین کی مالیت بڑھ جاتی ہے تو وہ متعلقہ حکام کو رشوت یا دباؤ کے ذریعے آمادہ کرتے ہیں کہ اس ہستی کو ناجائز آبادی قرار دے کر گرا دیا جائے، کچی آبادیاں ختم ہو جانے سے زمین کی قیمت میں دس سے سوگنا اضافہ ہو جاتا ہے اس وقت لیاری ندی میں زمین کی قیمت 500 روپے سے ایک ہزار روپے فی مربع گز ہے لیکن کچی آبادی ختم ہونے اور سڑکیں بن جانے کے بعد اسی زمین کی قیمت 50 ہزار روپے فی مربع گز ہو جائے گی۔

کراچی میں پانچ قسموں کے افراد بے دخلوں کے خطرے سے دوچار ہیں۔ (1) فلاحی پلاٹوں اور ان ہستیوں کے مکین جو خطرناک زون میں واقع ہیں۔ جو نسلی ان پاتی صفحہ 18 پر ملاحظہ فرمائیں

## شہری مسائل کی جھلکیاں

سیمینار کے انعقاد کے دوران کراچی کے امور کے بارے میں ایک نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا، نمائش میں کتابوں، تصاویر، نقشوں اور چارٹوں کی مدد سے کراچی کی ترقی اور مسائل پانی، سیوریج، کچرا اٹھانے اور ٹھکانے لگانے کے مسائل، ٹرانسپورٹ کا نظام، غیر قانونی تعمیرات، ندیوں میں آلودگی وغیرہ کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا گیا۔ ”شہری“ کے علاوہ کراچی ایڈمنسٹریشن اور پبلک ہیلتھ اور پی سی ایس آئی آر نے بھی نمائش میں حصہ لیا، تصاویر اور چارٹس کی مدد سے استعمال شدہ پانی کو دوبارہ استعمال کے قابل بنانے اور کچرے کی کمپوسٹنگ کے عمل کو بڑی خوبصورتی سے وضاحت کی گئی تھی، سیمینار کے شرکاء نے نمائش میں گہری دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور نمائش میں شرکت کرنے والی تنظیموں اور اداروں کی کوششوں کو سراہا۔



سطح پر عوام کو فیصلوں میں شریک کیا جائے، انہوں نے کہا کہ اس ضمن میں ”شہری“ جیسی تنظیمیں بہت اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

### پہلا اجلاس

لینڈ مینجمنٹ / ماسٹر پلان

سیزبان: انور فرحان

(شہری)

ماسٹر پلان ڈپارٹمنٹ کے ڈی اے کے ایڈیشنل ڈائریکٹر اقبال انو نے اپنی تقریر میں منصوبوں کو موثر طور پر عملی جامہ پہنانے کے لئے مناسب قانونی اور اداراتی ڈھانچے اور مربوط اقدامات کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ غیر قانونی بستیاں، آبادی میں تیزی سے اضافہ، غیر مناسب اقدامات، شہری اداروں کے درمیان تعاون کے فقدان کی وجہ سے شہری منظم انداز میں ترقی کی راہ میں حائل ہیں۔

داؤد کالج آف انجینئرنگ کے جناب نعمان احمد نے کراچی کی شہری منصوبہ بندی کا تاریخی پس منظر پیش کرتے ہوئے کہا کہ منصوبے اس لئے ناکام ہوتے کہ ڈی اے ان پر عملدرآمد کے لئے مطلوبہ استعداد سے محروم تھی انہوں نے شہری منصوبہ بندی میں شہریوں کے کردار کی

## کراچی کے نظم و ضبط میں شہریوں کا کردار

شہری برائے بہتر ماحول کی جانب سے مقامی ہوٹل میں سیمینار کا انعقاد



افتتاحی اجلاس۔ جناب رہنے کاف، قاضی فائز عیسیٰ اور جناب کمال اظفر

شہری نے حال ہی میں فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے تعاون سے ایک دو روزہ سیمینار منعقد کیا۔ جس کا مقصد کراچی شہر کو درپیش اہم مسائل کو اجاگر کرنا اور شہری ترقی اور اس کے بندوبست میں عوام کی شمولیت کی ضرورت اور اہمیت پر زور دینا تھا۔ سیمینار کو چار علیحدہ اجلاسوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر سیشن میں ایک مخصوص موضوع کو بحث اور صلاح مشورے کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ جن چار موضوعات پر غور کیا گیا ان میں لینڈ مینجمنٹ اور ماسٹر پلان، بلدیاتی ادارے، تعمیراتی قوانین اور شہری زانیہ پورٹ کے مسائل شامل ہیں۔

اور برسہا برس سے شہری کے ساتھ پارٹنرشپ پر اطمینان کا اظہار کیا۔ ان کی رائے تھی کہ کراچی شہر کے مسائل کی سنگینی کا تقاضا ہے کہ سوچے سمجھے منصوبے اور حکمت عملیاں شروع کی جائیں۔ مقامی

عوام کو شریک کرنے کی ضرورت پر زور

دیا۔

فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے ملکی نمائندے ڈاکٹر ربی کلف نے اپنی تقریر میں اپنے ادارے کا مختصر تعارف پیش کیا

سابق گورنر سندھ جناب کمال اظفر نے سیمینار کا افتتاح کیا۔ اپنی افتتاحی تقریر میں انہوں نے شہر کو درپیش بعض اہم مسائل کی نشاندہی کی، ان کی رائے تھی کہ شہر کے مسائل کا بڑا سبب غلط منصوبہ بندی اور ناقص انتظام ہے۔

”شہری“ کے چیئرمین قاضی فائز عیسیٰ نے سیمینار کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے اس رائے کا اظہار کیا کہ ہمارے شہری حکام کی برسوں کی بدانتظامیوں کے نتیجے میں کراچی اب غالباً اس خطے کا سب سے گندہ اور غلیظ ترین شہر بن گیا ہے، انہوں نے شہری امور میں



مہمان خصوصی اور شہری کے عملے کا تعارف



مقرین : جناب نعیم زماں، نعمان احمد، ڈاکٹر پرویز نعیم اور اقبال مرزا

## تیسرا اجلاس

### تعمیراتی قوانین

میزبان: خطیب احمد (شہری)

جناب نعیم الرحمان بیرسٹریٹ لاء نے کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے کردار پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ یہ ادارہ تمام قواعد و ضوابط کو پامال کر کے سیاست دانوں اور بلڈرز زانیا کے مفادات کے لئے غیر قانونی عمارتوں کی تعمیر کی اجازت دے رہا ہے۔ انہوں نے شہریوں کو مشورہ دیا کہ وہ لالچ میں نہ آئیں اور زمینوں کے غیر قانونی طور پر استعمال کی مزاحمت کریں۔

چیف کنٹرولر بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی جناب محمد حسین نے مختلف شہری اداروں کے درمیان رابطے نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اتھارٹی کے افسران پر سیاسی دباؤ ہوتا ہے، تقریریں میرٹ اور کارکردگی کی بنیاد پر نہیں ہوتیں۔ انہوں نے عدالتوں اور ضلعی انتظامیہ کے کردار پر بھی نکتہ چینی کی اور کہا کہ موجودہ تعمیراتی قوانین کو اپ ڈیٹ کیا جائے۔

شہری کے ایگزیکٹو ویلنڈ ڈی سوزانے بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے کردار پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ نہ صرف یہ ادارہ بلکہ انجینئرنگ کے دوسرے پیشہ ورانہ ادارے بھی اس شہر کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ضلعی انتظامیہ کے بی سی اے اور عدالتوں کے

اگر شہری ایک صاف ستھرا ماحول چاہتے ہیں تو انہیں

اس کی قیمت ادا کرنے کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے

شہریوں کو اس کے لئے آمادہ کرنے کے لئے سلسلی اور

### انتظامی عزم کی ضرورت ہے

فقدان، حکومت، نوکرتاشی، پریشر گروپس اور سیاست دانوں کا دباؤ، افسران میں فنی صلاحیت کی کمی اور بد عنوانیاں شامل ہیں۔ انہوں نے کوشش کی سطح پر زیادہ خود مختاری دینے اور بلدیاتی نظام میں این جی او کو شامل کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ سینئر ماہر اقتصادیات ڈاکٹر ایلی ایرک لان نے عالمی بینک کی امداد سے چلنے والے زیر تکمیل منصوبوں پر بحث کی اور کراچی میں آب رسانی اور سیوریج کی سولٹوں کی تنظیم نو پر زور دیا۔ انہوں نے زور دیا کہ شہری ان اداروں کے معاملات میں احتساب کے مطالبے پر زور دیں اور پرائیویٹائزیشن کے عمل کی نگرانی کے لئے شہریوں کے گروپس کی خدمات حاصل کی جائیں۔

کے سلسلے میں کیا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں۔ سندھ کی آبادی اتھارٹی کے ڈائریکٹر جنرل نسیم احمد صدیقی نے ان عوامل پر بحث کی جن کی وجہ سے شہر کے معاملات کو چلانا دشوار ہوتا جا رہا ہے۔ ان میں سے ایک سبب مقامی سطح پر نمائندہ اداروں کی عدم موجودگی بھی ہے۔ انہوں نے کچی بستوں کے مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اگر حکومت زمین کے حصول کو آسان بنا دے اور قانونی طور پر شہری سولٹوں کے حصول میں آسانی پیدا کر دے تو بہت سے موجودہ مسائل ختم ہو جائیں گے۔ این ای ڈی یونیورسٹی کے ایسوسی ایٹ پروفیسر محمد نعمان نے کے ایم سی کے مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالی ان مسائل میں سیاسی اور انتظامی قیادت کا

اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ سنے ادارے قائم کرنے کے بجائے موجودہ اداروں کو ہی مستحکم کیا جائے۔

آئی یو سی این کے ڈائریکٹر ڈاکٹر پرویز نعیم نے اپنی تقریر میں کراچی کو درپیش ماحولیاتی خطرات کا ذکر کیا اور کہا کہ کراچی میں دو زلزلوں کے خطے ہیں اور شہری سولٹوں کی لائسنس انہی خطوں سے گزرتی ہیں۔ انہوں نے شہر کے نواح میں بجلی گھر کی تعمیر پر بھی تشویش کا اظہار کیا۔

بلدیہ کراچی کے سابق ایڈمنسٹریٹر نے کہا کہ حکام انتہائی دباؤ اور پابندیوں کے تحت کام کرتے ہیں۔ کئی قوتیں اور شعبے شہر کے اجتماعی مفاد کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ مثلاً زمینوں پر ناجائز قبضہ کرنے والے گروپ، انہوں نے اپنے ”پتھر ٹرین“ چلانے کے فیصلے کا دفاع کرتے ہوئے اسے بند کرنے کے فیصلے پر نکتہ چینی کی۔ اس کے بعد سوالوں اور جوابات کا سیشن ہوا۔

## دوسرا اجلاس

### بلدیاتی ادارے

میزبان: قاضی فائز عیسیٰ (شہری)

کے ایم سی کے ایڈمنسٹریٹر انظار زیدی نے کراچی شہر کے معاملات کے انتظام کے سلسلے میں کے ایم سی کی ذمہ داریوں اور کردار کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے زیر تکمیل ترقیاتی منصوبوں کی بھی تفصیلات بتائیں۔ انہوں نے زور دیا کہ کراچی کے شہریوں کو خود فیصلہ کرنا چاہئے کہ وہ اس شہر پر حکومت



بیش : محترمہ صادقہ صلاح الدین، خالد طاہر اور سارہ صدیقی

درمیان ایک طرح کی ”نورائشی“ ہو رہی ہے۔ تقاریر کے بعد سوالات کے گئے

## چوتھا اجلاس شہری ٹرانسپورٹ

میزبان: نوید حسین (شہری)

ہائی ویڈیو انجینئرنگ کونسلٹنٹس کے ڈائریکٹر خالد مرزا نے کہا کہ کسی ملک کا ٹرانسپورٹ کا نظام اس قوم کی نفسیات کا آئینہ دار ہوتا ہے انہوں نے زور دیا کہ ہمیں ٹریفک قواعد کی خلاف ورزی کی عادت چھوڑ دینی چاہئے اور مقامی اداروں کو مضبوط بنانا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں این جی او اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

جناب ایس ایم ایچ رضوی نے اپنی تقریر میں کراچی ماس ٹرانزٹ کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے اس منصوبے پر عملدرآمد نہ ہونے پر اظہار افسوس کیا اور شہریوں پر زور دیا کہ وہ اس منصوبے کی جلد تکمیل کے لئے پورا دباؤ ڈالیں۔

ڈائریکٹر آپریشنز کراچی ٹرانسپورٹ کارپوریشن شمس الدین ابونے کے ٹی سی کو وفاقی حکومت کی تحویل میں دینے اور اس کی تنظیم نو کی ضرورت پر زور دیا۔

ریٹائرڈ ریگیمیٹر ایس ایس اے قاسم اعجازی سیکریٹری انسٹی ٹیوٹ آف ٹرانسپورٹ پاکستان نے کہا کہ موجودہ بحران کا سبب منصوبہ بندی کا فقدان نہیں بلکہ منصوبوں پر عمل نہ ہونا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شہر میں ٹرانسپورٹ کے لئے



## شہری ٹیم اختتامی اجلاس

اختتامی اجلاس میں ”شہری“ کے قاضی فائز عیسیٰ، خطیب احمد اور فرحان انور نے شرکاء کی حمایت سے متعدد قراردادیں منظور کرائیں۔ ان قراردادوں میں مطالبہ کیا گیا کہ

- ☆ بلدیاتی اداروں کے انتخابات بلا تاخیر کرائے جائیں۔
- ☆ شہری زندگی کے ہر شعبے میں منصوبہ بندی کے عمل میں شہریوں، ماہرین اور این جی او کو شریک کیا جائے۔
- ☆ شہری اداروں سے متعلق معلومات اور اعداد و شمار عام شہریوں کی مکمل رسائی میں ہونے چاہئیں۔
- ☆ تمام شہری اداروں کے بارے میں مکمل اور تازہ ترین معلومات پر مشتمل مرکزی ڈیٹا بینک قائم کئے جائیں۔
- ☆ شہری ماسٹر پلان پر شہریوں، ماہرین اور این جی او کی مدد سے عملدرآمد کیا جائے۔

”شہری“ ان قراردادوں کو (شہریوں کا چارٹر آف ڈیمانڈ) کے طور پر مرتب کر کے ’گورنر‘ حکومت اور دیگر متعلقہ حکام کو پیش کرے گی اور ان پر عملدرآمد کے لئے جدوجہد کرے گی۔

پر کھا جائے۔ انہوں نے ٹرانسپورٹ کے شعبے میں فیصلوں اور انتظامی معاملات میں شہریوں کی زیادہ سے زیادہ شرکت پر زور دیا۔

سیمنار سے ٹرانسپورٹرز ایسوسی ایشن کے جنرل سیکریٹری ارشاد حسین، بھاشا ایس پی ٹریفک ساؤتھ مولابخش خٹک نے بھی خطاب کیا۔

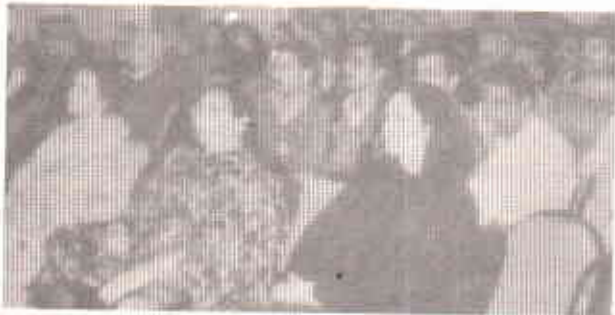


## کراچی کا ٹرانسپورٹ نظام اپنے مقاصد کی تکمیل میں

### ناکام ہو گیا ہے

کہ کراچی کا ٹرانسپورٹ نظام اپنے بنیادی مقاصد کی تکمیل میں ناکام ہو گیا ہے انہوں نے اس کے اسباب کی بھی نشاندہی کی اور زور دیا کہ ٹرانسپورٹ کے منصوبوں کو ان کے سماجی اور ماحولیاتی اثرات کی بنیاد پر

بنیادی سولتوں کا ڈھانچہ ناکافی ہے۔ ماضی میں اگرچہ اس شہر کی منصوبہ بندی میں شہریوں نے کوئی حصہ نہیں لیا تاہم آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ ٹرانسپورٹ انجینئر ڈاکٹر زبیر احمد نے کہا



سیمنار کے شرکاء



روٹانڈ ڈی سوزا، جناب نعیم الرحمن اور جناب محمد حسین خطاب کر رہے ہیں

## تل کا پانی اہل کرایا فلٹر کے بعد استعمال کیا جائے

کراچی کے اسکولوں میں فراہم کئے جانے والے پانی کی غیر تسلی بخش صورت حال کے بارے میں شری کا تجزیہ



عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ سرکاری اسکولوں میں تو حالت ابتر ہوتی ہی ہے نجی اسکولوں کی اکثریت میں بھی صورت حال کچھ زیادہ بہتر نہیں ہوتی۔

اگر آپ ایسے اسکولوں کی انتظامیہ سے اس افسوسناک صورت حال کی وجوہ پوچھیں تو وہ حیرت سے ایسے دیکھیں گے گویا یہ بھی کوئی ایسی بات ہے جس کا انہیں پہلے سے کوئی علم نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ اس معاملے کو کبھی ترجیح نہیں دی گئی۔ پھر لنڈا کی کن کاروائی بخیر پیش کر دیا جاتا ہے۔ تاہم یہ بات نوٹ کی گئی ہے کہ باؤٹری وال کی تعمیر رنگ روٹ اور نئے فرنیچر وغیرہ تو خاصی رقم خرچ کی جاتی ہے لیکن اس اہم پہلو کو جس کا براہ راست تعلق صحت کی صحت سے ہے عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس کا الزام بچوں کے والدین کے سر بھی جاتا ہے۔ والدین کو ہمیشہ اپنے بچوں کے نمبروں اور گریڈ کی تو فکر ہوتی ہے لیکن وہ شاید ہی کبھی یہ چیک کرنے پر توجہ دیتے ہوں کہ پچھرا اسکول میں کیا کھانا اور پیتا ہے۔

اس مسئلے کو حل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اسکولوں میں پانی کو صاف اور فلٹر کرنے کے پائپس لگا دیئے جائیں یہ پوٹس پورے اسکول کی ضروریات کے مطابق ہوں، اگر فی الحال اتنے بڑے پیوریٹیٹیشن پلانٹ بازار میں دستیاب نہ ہوں تو اس سلسلے میں ضروری قانون سازی کے بعد اس قانون کی پابندی مارکیٹ میں ان کی دستیابی پر مثبت اثرات کی حامل ہوگی۔ ایک بیک اپ پوٹ بھی لگانا مفید ہوگا کیونکہ ایسے پوٹس کی باقاعدگی سے معیسی نیشن ہونی چاہئے اور بیک اپ پوٹ اس صورت میں بہت کارآمد ثابت ہوتا ہے۔

اسکول کمیشنوں کی حالت بھی ایک تشویش ناک پہلو ہے، اکثر ان میں باسی اشیاء فروخت ہوتی ہیں اور مناسب صفائی ستھرائی پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔

والدین اور اسکولوں کی انتظامیہ کی مشترکہ کوششوں سے ہی اس سلسلے میں موثر عوامی دباؤ پیدا کیا جاسکتا ہے۔ توقع ہے کہ والدین اور اسکولوں کی انتظامیہ دونوں ہی اس اہم مسئلے پر پوری توجہ دیں گے اور متعلقہ سرکاری محکموں کے افسران بھی تاکہ ہمارے بچوں کو تعلیم کے لئے ایک صحت مند ماحول میسر آسکے۔



آلودہ پینے کے پانی کا استعمال، شریوں اور خصوصاً بچوں کی صحت کے لئے ایک بڑا خطرہ ہے۔ اسی لئے کسی بھی بڑے شہر میں شہری منصوبہ بندی کرنے والے اولین ترجیح آبرسانی اور صفائی کی خدمات کو دیتے ہیں کیونکہ اس کے اثرات براہ راست شہریوں کی صحت پر ہوتے ہیں۔ ہمارے شہر میں اگرچہ اب پہلے کے مقابلے میں آبادی کے ایک بڑے حصے کو پینے کے قابل پانی فراہم کیا جا رہا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہمارے ملکوں سے جو پانی نکل رہا ہے وہ پینے کے لئے موزوں ہے۔ اگرچہ اس مسئلے پر کراچی وائز اینڈ گورنمنٹ بورڈ کے حکام اور آزاد تجزیہ کرنے والوں میں اختلاف رائے ہمیشہ رہا ہے تاہم بہتر یہی ہے کہ تل کا پانی استعمال سے پہلے اہل کرایا فلٹر کر کے ہی استعمال کیا جائے۔

شور بڑھنے کی وجہ سے اب ہمارے بیشتر گھروں میں پینے کا پانی اب ضروری ٹریٹ منٹ کے بعد ہی استعمال کیا جاتا ہے تاہم گھروں میں کی جانے والی احتیاط کے باوجود بچوں کو آلودہ پانی پتا رہتا ہے جو پانی کے ذریعے پھیلنے والی بیماریوں مثلاً 'تھائ'، 'پینٹ'، 'پچیس' اور ڈائریا جیسے امراض کے جراثیم سے آلودگی ہوتا ہے۔ عام طور پر ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بچے کھلے والے سے کوئی چیز لے کر کھانے کی وجہ سے بیمار ہو گیا ہے۔

ہو سکتا ہے یہ درست ہو، لیکن والدین اکثر اس بات پر غور کرنا بھول جاتے ہیں کہ بچہ اپنے دن کا آدھے سے زیادہ وقت اسکول میں گزارتا ہے۔ لہذا اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ اسکول میں کچھ کھانے یا پینے کی وجہ سے وہ کسی وائرس یا بیکٹیریا سے متاثر ہوا ہو۔ کئی مقامی اسکولوں میں خواہ وہ سرکاری ہوں یا پرائیویٹ پینے کے پانی کی فراہمی کے معاملے میں بنیادی حفظان صحت کے تقاضوں کو کبھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

بیشتر اسکولوں میں پانی مقامی وائرس پلانٹس سے حاصل کیا جاتا ہے اور اسے زمین نیچوں میں ذخیرہ کیا جاتا ہے پھر اسے پپ کے ذریعے اور ریڈ ٹینک میں پھینکا جاتا ہے جہاں یہ ٹینکوں کے ذریعے استعمال کرتے والوں تک پہنچتا ہے۔ بعض صورتوں میں پانی ٹھنڈا کرنے کے لئے الیکٹریک کولرز بھی لگائے جاتے ہیں تاہم کسی قسم کا ٹریٹ منٹ نہیں کیا جاتا۔ آبی ذخائر شاید ہی کبھی صاف کئے جاتے ہوں جسکی وجہ سے مسئلہ اور سنگین ہو جاتا ہے۔ شہر کے بعض دور دراز علاقوں کے اسکولوں میں تو صورت حال یہ ہے کہ پانی کی سپلائی بے قاعدہ ہونے کی وجہ سے پینے کے لئے بھی زمین پانی استعمال کیا جاتا ہے جو اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

والدین اکثر یہ جان کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے بچے کو پانی کا تھرماس دے دیا ہے اور اب تشویش کی کوئی بات نہیں، تاہم دیکھا گیا ہے کہ زیادہ گرمی ہونے کی وجہ سے یا

دوسرے بچوں کو جو اپنا پانی نہیں لاتے پلا دینے کی وجہ سے تھرماس کا پانی جلد ختم ہو جاتا ہے اور پھر اسکول کے قس سے فراہم ہونے والا پانی پینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کنکریٹ کے بنے ہوئے پانی کے ٹینکوں کی حالت ابتر ہوتی ہے، وہاں کارکن اور دوسرے کیزے کو ڈے پائے جاتے ہیں۔ بیشتر ٹل ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں گلاس شاید ہی کبھی کافی تعداد میں فراہم کئے جاتے ہوں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے براہ راست تل کو منہ لگا کر پانی پینے کی انتہائی خطرناک



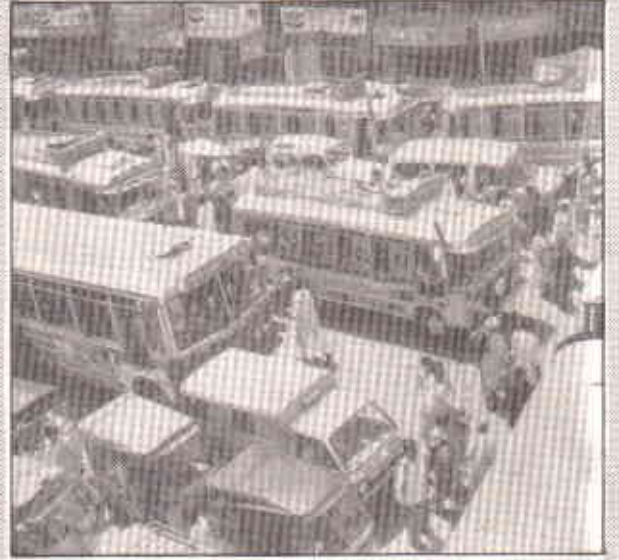
چاہئے۔ پہلے باقاعدہ طور پر ٹریفک چیکنگ کی جائے جس میں برائے نام جرمانوں کے بجائے تعزیری جرمانے کئے جائیں دوسرے گاڑیوں کو سالانہ بنیاد پر فٹ نیس سرٹیفکیٹ جاری کئے جائیں۔ فٹ نیس کے لئے چیکنگ ان نامزد کردہ سروس اسٹیشنوں اور گیراجوں میں کی جائے جہاں چیکنگ کے لئے تربیت یافتہ عملہ اور آلات اور سازوسامان موجود ہو۔ چیکنگ کی پرائیویٹائزیشن دو وجوہات کی بناء پر ضروری ہے۔ اولاً "اس لئے کہ ٹریفک پولیس کی توجہ ٹریفک کی روانی کو باقاعدہ بنانے کی ڈیوٹی سے نہ ہٹے دوسرے اس لئے کہ سرکاری مشینری پر گیراج اور سروس اسٹیشن بنانے کا بوجھ نہ پڑے کیونکہ اس سے پھر کرپشن ہونے لگے گی۔ چند برس سڑکوں پر پھلنے کے بعد اگر مناسب دیکھ بھال نہ کی جائے تو گاڑیاں زیادہ دھواں دینے لگتی ہیں۔ لہذا پرانی گاڑیوں کے لئے فٹ نیس کی تصریحات اور زیادہ سخت ہونی چاہئیں تاکہ وہ تحفظ کے معیارات کے مطابق ہوں۔

گاڑیوں سے نکلنے والے دھوئیں کا ایک سبب ملاوٹ شدہ ایندھن اور تیل کی دستیابی اور استعمال ہے۔ ملاوٹ کی سب سے بڑی وجہ قانون کا کمزور نفاذ ہے جس میں تعزیری کارروائی کے مقابلے میں منافع زیادہ ہوتا ہے ایندھن میں ملاوٹ کے خاتمے کا ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فٹ نیس چیکنگ کے عمل میں آئل کمپنیوں کو بھی شریک کر لیا جائے اور ان کے نمائندوں کو اعزازی مجسٹریٹ کا درجہ دے دیا جائے۔ بہرحال اس میں آئل کمپنیوں کا بھی مفاد ہے کہ ان کے برآمد ناموں سے فروخت ہونے والی مصنوعات معیار کے مطابق ہوں کیونکہ اگر ملاوٹ شدہ مصنوعات فروخت ہوں گی تو انہی کا مالی نقصان ہوگا۔

آنے والے عشروں میں ایشیا میں سب سے زیادہ گاڑیوں کی تعداد اور صنعت کاری میں اضافہ ہوگا۔ جس کے نتیجے میں فضائی آلودگی کی سطح میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہوگا۔ لہذا یہ بہت ضروری ہے کہ دھوئیں کے اخراج کو کنٹرول کیا جائے۔ آبادی میں بے تحاشہ اضافے کے باعث پاکستان میں رہنے والے لوگوں کی تعداد جو تقسیم کے وقت ۳۱۶۵ ملین تھی ۱۹۹۶ء میں بڑھ کر ۱۳۰ ملین ہو گئی ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران کراچی میں گاڑیوں کی تعداد میں ۱۳ فیصد کی شرح سے اضافہ ہوا ہے۔ جبکہ شہری آبادی میں اضافے کی شرح ۵.۶ فیصد ہے۔ بالفاظ دیگر گاڑیوں کی تعداد میں انسانوں کے مقابلے میں دگنی شرح سے اضافہ ہوا ہے۔ شہری علاقوں میں گنجان آبادی سے نہ صرف ماحولیاتی انحطاط اور سماجی مسائل جنم لیتے ہیں بلکہ گاڑیوں اور صنعتوں سے نکلنے والے دھوئیں کی وجہ سے فضائی آلودگی کی سطح بھی بڑھ جاتی ہے۔

دوسرے مسائل کی طرح گاڑیوں سے نکلنے والے دھوئیں کا مسئلہ بھی بہت پیچیدہ ہے۔ بظاہر تو ایسا لگتا ہے کہ دھوئیں کے اخراج کو کنٹرول کرنا بہت آسان ہے۔ بس ایک قانون نافذ کر دو اور مسئلہ حل ہو جائے گا، لیکن اس ضمن میں سب سے پہلا سوال تو یہی پیدا ہوتا ہے کہ کسی سطح پر دھوئیں کے اخراج کو صحت عامہ کے لئے مضر قرار دیا جائے گا؟ اس کے جواب کے لئے ہمیں این ای کیو ایس کی جانب دیکھنا ہوگا جو حال ہی میں نافذ کیا گیا ہے۔

اب جبکہ قومی ماحولیاتی معیارات کا تعین ہو چکا ہے۔ تحفظ ماحول کے ادارے اور ٹریفک پولیس کو ایک دو مرحلوں کے عمل کے ذریعے ان معیارات کو نافذ کرنا



## گاڑیوں سے

## خارج ہونے والا

## دھواں اور فضائی آلودگی

اب جبکہ قومی ماحولیاتی معیارات کا تعین ہو چکا ہے

تحفظ ماحول کے ادارے اور ٹریفک پولیس کو ایک دو

مرحلوں کے عمل کے ذریعے ان معیارات کو نافذ کرنا چاہیے

یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ ایندھن میں گندھک اور سیسہ کے اجزاء نقصان دہ ہوتے ہیں، ۱۹۹۳ء میں ”شہری“ نے ریفائنریوں اور آئل کمپنیوں کے ساتھ میٹنگ کی تاکہ وہ آئندہ چند برسوں میں ایسے ایندھن متعارف کرائیں جن میں سلفر اور لیڈ کی مقدار کم ہو۔ اتفاق رائے سے جو معیارات طے پائے تھے وہ نظام اوقات کے ہمراہ عملدرآمد کے لئے وزارت پٹرولیم کو بھیج دیے گئے تھے۔ لیکن ریاست کے بیوستہ مفادات کی وجہ سے ان پر عمل نہیں ہو سکا۔ یہ امر باعث دلچسپی ہے کہ (سوائے پاکستان انٹیٹ) بیشتر آئل کمپنیاں اور ریفائنریاں صاف ستھرا ایندھن فراہم کرنے کی خواہش مند ہیں۔ لیکن ریاستی عہدیداران کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کیونکہ ایندھن درآمد کرنے پر انہیں بھاری کمیشن ملتا ہے۔

دھواں کے اخراج کو کم کرنے کا ایک واضح طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سڑکوں پر چلنے والی گاڑیوں کی تعداد کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن اس کے لئے پہلے پبلک ٹرانسپورٹ سسٹم کو بہتر بنانا ہو گا تاکہ عوام کے لئے نقل و حمل کی سہولتوں کو یقینی بنایا جاسکے۔ کراچی میں چلنے والی دس لاکھ سے زائد گاڑیوں میں سے اندازاً ۱۰ لاکھ سے زیادہ گاڑیاں پبلک ٹرانسپورٹ کے لئے استعمال ہوتی ہیں جبکہ باقی ماندہ گاڑیاں نجی شعبے کی ہوتی ہیں۔

پبلک سیکٹر میں چلنے والی پچاس سے ۷۰ ہزار گاڑیوں میں ۲۲ ہزار رکشے ہیں جو نہ صرف دھواں بلکہ شور کی آلودگی پیدا کرتے ہیں اور فی کس فی کلومیٹر سب سے زیادہ ایندھن استعمال کرتے ہیں۔ اگر ہم اس حقیقت پر غور کریں کہ ایک بس تقریباً سو مسافر لے جاسکتی ہے جبکہ اس کے برعکس مسافروں کی اتنی ہی تعداد کو لے جانے کے لئے پچاس رکشے درکار ہوں گے جو کہ ٹریفک کی روانی میں بھی خلل کا باعث ہوں گے، اس کا یہ بھی

مطلب ہوا کہ کراچی کے ۲۲ ہزار رکشوں کے تمام مسافروں کی نقل و حمل کے لئے صرف ۴۴۰ بسیں درکار ہوں گی۔ لہذا ہمیں ایسی پالیسیاں وضع کرنی چاہئیں جن سے پبلک ٹرانسپورٹ کی بڑی گاڑیوں کے استعمال کی حوصلہ افزائی ہو، اس کے لئے کراچیوں، درآمدی ڈیولپمنٹ کے ڈھانچے اور روڈ ٹیکس میں متناسب چھوٹ دی جانی چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑے شہروں میں رکشہ پر مشوں کے اجراء کو روکنا چاہئے اور ان کی حوصلہ افزائی کی جانی

کی مالی ضروریات پر پوری توجہ دی جانی چاہئے۔ ٹریفک کے انتظام کے لئے ضروری سازوسامان اور تربیت یافتہ افرادی قوت فراہم کی جانی چاہئے۔ اگر ہم یہ توقع رکھیں کہ ہمارے کم تنخواہ پانے والے، کم تعلیم یافتہ ٹریفک کانسٹیبل بھی ترقی یافتہ ملکوں کے ٹریفک کانسٹیبل کی طرح اپنے فرائض بطریق احسن انجام دیں تو ہمیں اس امر کو یقینی بنانا ہو گا کہ پولیس ڈپارٹمنٹ کی تمام ضروریات پوری کی جائیں۔ یہ کام نجی گاڑیوں پر روڈ ٹیکس



## پبلک سیکٹر میں چلنے والی پچاس سے ستر ہزار گاڑیوں میں بائیس ہزار رکشے ہیں جو نہ صرف دھواں بلکہ شور کی آلودگی بھی پیدا کرتے ہیں اور فی کلومیٹر سب سے زیادہ ایندھن استعمال کرتے ہیں

میں اضافے کے ذریعے کیا جاسکتا ہے کیونکہ سڑکوں کے نظام کو سب سے زیادہ نجی گاڑیاں ہی استعمال کرتی ہیں اور وہی سب سے زیادہ دھواں خارج کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ پبلک اور پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کا فرق واضح ہے، پرائیویٹ ٹرانسپورٹ ایک چھوٹا اپر اور ٹل کلاس طبقہ استعمال کرتا ہے جبکہ آبادی کا ایک بڑا حصہ پبلک ٹرانسپورٹ استعمال کرتا ہے۔

ٹریفک انتظام کے فقدان، ڈرائیونگ

چاہئے کہ وہ چھوٹے شہروں میں منتقل ہو جائیں جہاں ٹرانسپورٹ کی سہولتوں کی کمی ہے۔

دھواں کے اخراج میں کمی اس سوچی سمجھی جامع حکمت عملی کا ایک حصہ ہونا چاہئے جس کا مقصد پبلک ٹرانسپورٹ، سڑکوں کے نظام، ٹریفک کے انتظام کو بہتر بنانا، موجودہ سرکلر ریلوے کی اصلاح اور ماس ٹرانزٹ لائنٹ ریل پر ڈیجٹل جیسے منصوبوں کی جلد از جلد تکمیل ہونا چاہئے۔ ٹریفک پولیس اور ٹریفک انجینئرنگ یورو

کی خراب عادتوں، سڑکوں پر تجاوزات اور کار پارکنگ کی سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے گاڑیوں کو ضرورت سے زیادہ مدت کے لئے چلنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے نکلنے والے دھواں کی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے۔ لہذا اس مسئلے کے حل کا تقاضا ہے کہ اس کام کو صرف ٹریفک پولیس، ٹریفک انجینئرنگ یورو اور ای پی اے پر نہ چھوڑا جائے بلکہ سب کو اس مسئلے کے حل کے لئے مل جل کر بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔

اگر شہری ایک صاف ستھرا ماحول چاہتے ہیں تو انہیں اس کی قیمت ادا کرنے کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے اور اس کے لئے سرگرمی سے کام کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ شہریوں کو اس کے لئے آمادہ کرنے کے لئے سیاسی اور انتظامی عزم کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں پبلک ٹرانسپورٹ کے کرایوں کا غیر حقیقت پسندانہ ڈھانچہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو اس پورے بحران کو مزید بڑھا رہا ہے۔ اس کا بنگالی طور پر جائزہ لینے کی ضرورت ہے، اس کی ایک نمایاں مثال سرکلر ریلوے ہے جو کئی وجوہات کی بناء پر فرسودہ اور ناکام ہو چکی ہے، ان میں ایک بڑی وجہ مالی وسائل کی کمی ہے۔ اسی طرح پبلک ٹرانسپورٹ کے کرایوں کا تعین انتظامیہ کرتی ہے۔ اس کی وجہ سے آپریٹرز کا منافع کم ہوتا ہے جو کہ غیر منصفانہ بات ہے۔ سال کے دوران سالانہ بجٹ ہوتا ہے لیکن سٹی بھٹوں، روپے کی ڈی ویلویویشن، ایندھن کی قیمتوں میں آنے والے اضافوں کی وجہ سے منگائی بڑھتی رہتی ہے اور پبلک ٹرانسپورٹ کے کرایوں کا ڈھانچہ اس منگائی کا ساتھ نہیں دے پاتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ٹرانسپورٹ چلانے والے اپنی گاڑیوں کی دیکھ بھال پر کم سے کم رقم خرچ کرتے ہیں۔ دیکھ بھال اور مینٹیننس میں کمی کی وجہ سے گاڑیاں زیادہ دھواں دیتی ہیں اور پوری آبادی اس سے متاثر ہوتی ہے۔



## مجھے زندہ رہنے دو

## مجھے ہنسا رہنے دو

اور ٹریفک کے دھومیں، گردوغبار، فیکٹریوں اور ملوں سے نکلنے والی زہریلی گیسوں سے زہریلا کر کے اپنی زندگی میں طرح طرح کی نئی، جان لیوا اور لاعلاج بیماریوں کا اضافہ کر لیا غرض یہ کہ یہ خوبصورت زمین جو کہ کل تک جی سنوری اور بے حد حسین ہوا کرتی تھی، آج گردوغبار، کپڑے کے ڈھیروں اور گندے پانی سے بھر گئی اور درختوں، پودوں اور

ہماری یہ زمین جو کہ قدرت کی صنای کا بہترین شاہکار اور انسان کے وجود کا واحد مرکز ہے، بلندوبالا پہاڑوں، سرسبز میدانوں، گیت گاتے چشموں، دریاؤں اور آبشاروں، وسیع و عریض ریگستانوں، رنگ برنگ پھولوں اور خوبصورت پرندوں سے جی تھی اور یہ سب کچھ خالق حقیقی نے صرف انسان ہی کے لئے بنایا اور اس دنیا کو سچایا تھا لیکن انسان بڑا ناقدر ا نکلا اور اس نے اپنی حسین دنیا کی قدر نہ کی اور اسے خود اپنے ہاتھوں سے برباد کرنا شروع کر دیا گوکہ ان میں اکثر چیزیں اب بھی موجود ہیں مگر وہ اپنی اصل خوبصورتی اور رعنائی کھو چکی ہیں۔ کل جہاں سبز ہی سبز اور درخت، پھول، پودے ہوا کرتے تھے جو انسان کے لئے تازہ ہوا اور خوشگوار ماحول میسر کرتے تھے اس نے آج ان سب کو ختم کر کے ان کی جگہ ملیں، فیکٹریاں تعمیر کر دیں جو اس کی زندگی کے لئے زہریلی ہوا اور زہریلا مواد پیدا کرتی ہیں۔ گیت گاتے دریا اور اٹھلاتے ہوئے سمندر جو اس کے لئے غذا، معدنیات اور پینے کا صاف پانی مہیا کرتے تھے۔ انسان نے اس کو بھی گدلا اور زہریلا کر لیا اور خود اپنی غذا (مچھلی، جھینگے وغیرہ) کو ختم کرنا شروع کر دیا۔ آکسیجن جو کہ انسانی زندگی کے لئے نہایت اہم اور لازمی ہے اور جس کے بغیر انسانی زندگی کا تصور ہی نہیں، لیکن واہ رہے انسان، اس نے اس کا بھی نہ چھوڑا

صفا کی شدید قلت کے باعث بارش جو کہ کھیتوں، پودوں، چرندوں پرندوں کے لئے نہایت ضروری ہے ہونا کم ہو گئی اور دنیا انسان کے آگے اپنی زندگی کی فریاد کرنے لگی کہ

”مجھے زندہ رہنے دو۔۔۔ مجھے ہنسا رہنے دو“ پھر کچھ لوگوں میں اس بات کا شعور بیدار ہوا کہ ہماری یہ دنیا تباہی و بربادی کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے اور ہماری زندگی کا دوا دوا رو دنیا کی زندگی پر ہی منحصر ہے۔ اگر یہ باقی نہ رہی تو ہم بھی باقی نہ رہیں گے اور انہیں لوگوں میں سب سے بڑی تعداد طلباء کی تھی۔ انہوں نے اس بات کا احساس صرف اپنے اندر ہی نہیں بلکہ اور لوگوں کے اندر بھی جگانے کی کوشش کی اور دنیا کو تباہی سے بچانے کی عملی کوششیں بھی کیں۔

ہمارے اسکول یعنی (پلے ہاؤس گریڈ

### ماحولیاتی آلودگی فطرت کے حسن کو تباہ کر رہی ہے

گیس اوزون کی تہ کو بھی نقصان پہنچا رہی ہیں جو ہماری زمین کو نقصان دہ آبکاری سے محفوظ رکھتی ہے۔ کھاد اور کیڑے مار ادویات کے ضرورت سے زیادہ استعمال سے زمین کی زرخیزی متاثر ہو رہی ہے۔ عرصہ حیات مختصر ہوتا جا رہا ہے۔ ماحولیاتی آلودگی نہ صرف فطرت کے حسن کو تباہ کرتی ہے بلکہ کئی بیماریوں کا باعث بھی بنتی ہے۔ لہذا اگر ماحول کو مزید نقصان پہنچنے سے روکنا ہے تو ہمیں ماحول پر توجہ دینے کے لئے ہمیں سرمایہ کاری کرنا پڑے گی۔ اب دنیا بھر میں کئی ممالک میں ماحول کے تحفظ کے لئے کئی عمل شروع کئے جا چکے ہیں۔ لہذا ایک ترقی پذیر ملک کی حیثیت سے ہمیں بھی ایک صحت مند ماحول کے قیام کے لئے حفاظتی اقدامات کرنے ہوں گے۔ غزالہ شاہد، دہمہ لی

ماحول، گھر، پبلک مقامات اور سماجی مقامات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو اتنا بڑا، روشن اور خوبصورت بنایا، لیکن انسان اسے تباہ و برباد کر دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے، ماحولیاتی آلودگی نے اس خوبصورت دنیا کو تباہی کے کنارے یہ لاکھڑا کیا ہے۔ جنگلات کی کٹائی شہروں کا پھیلاؤ اور کسی کنٹرول کے بغیر صنعت کاری آلودگی کی بڑی وجوہات ہیں۔ بد قسمتی سے یہ مسائل خود انسان کے پیدا کردہ ہیں۔ فطرت کو تباہ کرنے کے جرم میں نام نہاد ترقی یافتہ اور منہذب ممالک براہ راست ملوث ہیں۔ لہذا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ ”اپنی فطرت کا تحفظ کرو کیونکہ یہی ذریعہ حسن ہے۔“

زہریلی گیس اور گاڑیوں کا دھواں بھی ہمارے ماحول کو آلودہ کر رہے ہیں۔ یہ

سینکڑری اسکول) کی طالبات نے بھی اس شعور کو بیدار کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ہماری پرنسپل نے ”ارتھ ڈے“ کے موقع پر اس دن کو منانے کا اہتمام کیا۔ ہمارے اسکول کی پہلی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک ہر ایک نے بھرپور حصہ لے کر اس پروگرام کو کامیاب بنایا۔ ہم نے اس موقع پر تصویروں، ماڈلز اور تقریروں کے ذریعے آنے والے مہمانوں میں اس بات کا احساس دلانے کی کوشش کی کہ ہماری دنیا کیوں تباہ ہو رہی ہے۔ اسے کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر درختوں کے فوائد اور اس کو کاٹنے کے نقصانات، جنگوں اور جدید ہتھیاروں سے ہونے والی خرابیاں، سب سے بڑا اور شاندار ماڈل میٹرک جماعت کی طالبات نے اپنی کلاس ٹیچر کی زیر نگرانی اوزون لیئر کے موضوع پر بنایا جو کہ پورے آلودگی کے اسباب اور نقصانات کو اپنے اندر سمونے ہوئے تھا اور یہ بتا رہا تھا کہ اگر اوزون کو تباہ ہونے سے نہ روکا گیا تو انسانی اور حیوانی دونوں قسم کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ ہمارے اسکول نے اپنی پوری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پینام کو دوسروں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔

آخر میں، میں آپ سب کو بھی یہ پیغام دینا چاہوں گی کہ اگر اپنی زندگی کو محفوظ اور خوبصورت بنانا چاہتے ہیں تو اپنی اس دنیا کو ہر طرح کی آلودگی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں اور زیادہ سے زیادہ درخت لگا کر اسے خوبصورت بنانے کی کوشش کریں اور وہ تمام اخلاقی تدابیر سختی سے بروئے کار لائیں جس سے اگر آلودگی ختم نہ بھی ہوگی پھر بھی بڑی حد تک کم ضرور ہو جائے گی۔

مرسلہ: شامکہ سعید

نے ایک دھاری دار مرہیلین کا شکار کیا جس کا وزن ۱۵۰ پونڈ تھا انہوں نے یہ مچھلی راز اور ریل کی مدد سے ”عمرین سی اسپورٹس فشنگ ٹورنامنٹ“ کے دوران چکڑی بیہ یہ ٹورنامنٹ ۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء کو منعقد ہوا تھا۔ ٹورنامنٹ کا اہتمام آغاز اسپورٹ فشنگ نے کیا تھا۔ ہمیں اپنے سمندر میں پائی جانے والی طرح طرح کی بحری حیات کی قدر کرنا چاہئے اور ان قیمتی وسائل کے تحفظ کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں۔

## ساحلی علاقوں کے مسائل

☆ سب سے زیادہ ہمہ گیر اور سنگین مسئلہ آلودگی اور بغیر ٹریٹ منٹ کے سیوریج کا پانی سمندر میں بہا دینا اور زمین کے کٹاؤ اور صفائی کی وجہ سے سمندر میں آنے والی مٹی کی ترہ جتنا ہے۔

☆ آلودگی اور ساحلی ترقی کے نام پر دلدلی علاقوں اور میٹروپولیٹن کی تباہی کے سبب ساحلی علاقوں میں بحری حیات کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے۔ کیونکہ یہ ایکولوجیکل سسٹم بحری حیات کے لئے غذا اور افزائش گاہ کا کام دیتے ہیں اور ان سے ساحلی علاقوں میں ہائیزرولوجی کے نظام کو مستحکم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

☆ تیل گرے اور جہازوں سے تیل رسنے، تھف شور ڈرنلنگ پلٹ فارمز، زرعی فسطے (کیتڑے مار اور بڑی یونیاں تلف کرنے والی ادویات) کے سمندر میں بہہ کر آنے سے بحری حیات کے ماحول کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔

☆ کچرے میں پھینکے جانے والی پلاسٹک، ناکارہ مچھلی کے جال اور دیگر سامان کو سمندر میں پھینکنے سے بحری پرندوں اور ممالیہ کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔



## کراچی کے ساحلوں کی دولت

ضرورت سے زیادہ مچھلیوں کے شکار اور آلودگی کی وجہ سے کراچی کی بیش بہا بحری حیات کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ سید عزیز آغا بیچرہ عرب کے اسپورٹس فشنگ ٹورنامنٹ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ہر سال منعقد ہونے والے اس مقابلے کا مقصد ہمارے سمندری وسائل کے تنوع اور ان کے تحفظ کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔

کراچی کے ساحلی علاقے بحری حیات کے خزانوں سے مالا مال ہیں۔ ان پانیوں میں شکاری جانے والی مچھلیوں کی بہت سی اقسام پائی جاتی ہیں۔ مقامی اور غیر مقامی اینگلوڈ کراچی کے ساحلوں پر سمندری اسپورٹس فشنگ میں بڑے ترقی و شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ حال ہی میں اینگلو محمد علی نے پاکستان میں اسپینگنگ کا ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ انہوں

## شہری کی رکنیت

1997ء کے لئے شہری کی رکنیت کی

تجدید کروانا نہ بھولیں۔ شہری میں

شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر

کو صاف کرنے، صحت بخش اور ماحول

دوست مقام بنانے کے لئے مدد دیں۔

## ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے ”شہری“ میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ ”شہری“ میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوہن بھر کر اس پتے پر روانہ کریں۔

شہری رائے بہتر ماحول

206 بی۔ بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس، کراچی 75400۔ پاکستان

ٹیلی فون/ فیکس۔ 92-21-4530648

e-mail/address: Shehri @ - Shehri. a. khi. brain.net.pk

نام \_\_\_\_\_ ٹیلی فون (گھر) \_\_\_\_\_

ایڈریس \_\_\_\_\_

پتہ \_\_\_\_\_ ٹیلی فون (دفتر) \_\_\_\_\_

## ماحول کو آلودگی سے بچائیں

دنیا کو ایسی دھماکوں کے تجربات کے ذریعے کیوں تباہ کر رہے ہیں۔ ایسی فضا کو سمندروں میں کیوں ٹھکانے لگا رہے ہیں اور تباہ نہ ہونے والے پلاسٹک، ربر اور دیگر مصنوعات کیوں تیار کر رہے ہیں جو اس دنیا کے مستقبل اور نئی نسلوں کی بقا کی قیمت پر انسانوں کے کام آ رہی ہیں۔

ماحول ہم پر ایسے ہی اثر انداز ہوتا ہے جیسے ہم ماحول پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ زمین جو ہمیشہ حرکت میں رہتی ہے ہمیشہ گردش میں اور بدلتی رہتی ہے۔ خلاء کی وسیع تاریکیوں میں گھومتی رہتی ہے پوری کائنات میں متفرق اور بیکتا ہے میں اس پس منظر میں یہ اشعار پیش کرنا چاہتا ہوں۔

لوگ بیمار ہیں

بچوں کے چہرے زرد ہیں

فضا آلودہ ہے۔

اور یہ ایک دردناک کہانی ہے

آئیے سر جو ڈر مینٹیں

ان مسائل کا حل ڈھونڈیں

تاکہ ماحول آبی آلودگی کا خاتمہ ہو

(صدف پونس)



ماحول یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جو ہم آئے دن سنتے رہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا لفظ ہے جو تصورات اور حقائق کے ایک وسیع علاقے کا احاطہ کرتی ہے۔ ماحول، طبعی، کیمیائی اور حیاتیاتی حقائق کا ایک پیچیدہ مرکب ہے۔ جو نہ صرف ایک آرگنزم پر بلکہ پوری ایکولوجیکل کمیونٹی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

آج دنیا بھر میں ماحول کے تحفظ کے لئے تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ ہم خود ہی اجتماعی طور پر اپنی قبریں کھود رہے ہیں، ہم خود آلودگی کا زہر پیدا کر رہے ہیں جو بتدریج آہستہ آہستہ دیمک کی طرح ہمارے ماحول کو چاٹ رہا ہے، بد قسمتی یہ ہے کہ جدید دور سے تعلق رکھنے والے لوگ جان بوجھ کر خون کو نقصان پہنچا رہے ہیں، انہیں اس حقیقت کا احساس بھی نہیں ہو رہا ہے کہ اس عمل کے ذریعے وہ خود اپنے مستقل کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ چنانچہ ہمیں خود سے یہ سوال کرنا چاہئے کہ ہم سرسبز زمین چاہتے ہیں یا ایک تاریک صحرا؟ ظاہر ہے کہ ہم ایک سرسبز زمین چاہتے ہیں تو پھر ہم اس خوبصورت



## صاف پانی ایک نعمت ہے

اہمیت حاصل ہے اگر اس کی صفائی کا خیال نہ رکھا جائے تو اس سے ہمیں سنگین نتائج سے دوچار ہونا پڑتا ہے یعنی گندے پانی کے اثرات سے پیت، سانس اور آنکھوں کی بیماریاں بہت جلد پیدا ہو جاتی ہیں۔

پانی کو صاف رکھنے اور اسے آلودگی سے بچانے کے لئے ہمیں چاہئے کہ

☆ ہم صاف پانی کے قریب گندگی نہ ڈالیں

☆ اپنے کتوں کو ڈھانپ کر رکھیں

☆ جو پانی پینے کے لئے ہو اس میں نمائے اور کپڑے دھونے سے پرہیز کریں

☆ جس جگہ آپ پینے والے پانی کو جمع کرتے ہیں اسے ایک مقررہ مدت کے بعد صاف کریں

☆ پانی کو ہمیشہ اہل کر چھینیں

پینے کے پانی کے علاوہ اگر دوسرے پانی کو بھی صاف نہ رکھا جائے تو اس سے بھی ہماری صحت پر بے اثرات پڑتے ہیں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ پانی کو آلودگی سے بچائیں اور صاف پانی کے استعمال کو یقینی بنا کر اپنے آپ کو تندرست و توانا رکھیں۔

(بہ شکر یہ۔ پندرہ روزہ ہماری دنیا)

پانی ہر زندہ اور سانس لینے والی چیز کے لئے ضروری اہمیت کا حامل ہے اسی سے پھل اور پھول اگتے ہیں۔ اگر ذرا سی نظر دوڑائی جائے تو پانی کا تصور ہمارے ذہن میں کچھ اس طرح سے آتا ہے۔

○ پانی سے ہمیں ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔

○ بہتا ہوا پانی بہت بڑی توانائی اور قوت ہے کیونکہ اس کے زور سے بجلی بنتی ہے اور بڑی بڑی مشینیں چلتی ہیں۔

○ اس میں جہاز چلتے ہیں۔

○ ہماری خوراک کا یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

○ اگر پانی بارش کی صورت میں ہم تک آئے تو ہم لطف اندوز ہوتے ہیں۔

○ بارش کے وقت زمین کے اندر پانی جذب ہو جاتا ہے جو زمین میں جذب نہیں ہوتا وہ جب ندی نالوں کی صورت میں بہتا ہے تو عجیب نظارہ پیش کرتا ہے۔

○ پانی ہمیں کتوں، ندی نالوں اور دریاؤں وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے۔

سمندر کا پانی عام طور پر پینے کے قابل نہیں ہوتا کیونکہ یہ کڑوا ہوتا ہے۔

پانی کو چونکہ ہماری زندگی میں اس قدر

